تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی

مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری ☆

سرزمین پاک و ہند دنیا بھر میں وہ ممتاز خطہ ہے جہاں سے ہر فن اور ہر شعبے کے نامور افراد پیدا ہوئے' اولیاء' فقہاء' دانشور' مفکر' فلسفی' ادیب' شاعر' سیاست دان' مفسر' محدث' اصولی' معقولی غرض یہ کہ علم وفن کا کوئی شعبہ لے لیجئے آپ کو ایک سے بڑھ کر ایک شخصیت ملے گی' مصنفین' مدرسین' خطباء اور تذکرہ نگاروں کی یہاں کمی نہیں رہی' بلکہ اس خطے میں بکثرت وہ نابغہ ء روزگار حضرات گزرے ہیں جو جامع العلوم تھے اور بیک وقت بہت سے علوم میں یدطولیٰ رکھتے تھے۔ یہی وہ ارباب علم وفضل تھے جنہوں نے شمع اسلام کو فروزاں رکھا اور علم وعرفان اور دانش وفکر کی قندیلیں روشن کیں۔ ان حضرات کا تذکرہ اور تعارف ایک تو احسان شناسی کا تقاضا ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم ان کی جگمگاتی زندگیوں سے کسب نور وضیاء کریں اور اپنے لیے زندگی کی راہیں متعین کریں' بلاشبہ ان حضرات کی زندگیاں سرکار دو عالم حضرت محمد مصطفے ﷺ کی حیات مقدسہ اور تعلیمات مبارکہ کا عکس جمیل تھیں۔

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی اور شیخ محقق محدث دہلویؒ کے بعد حکیم ملت اسلامیہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ وہ فرد فرید ہیں جن کے فیوض و برکات نے صرف متحدہ پاک و ہند کے رہنے والوں ہی کو سیراب نہیں کیا بلکہ ان کے علمی اور روحانی فیض نے دنیا بھر کے ارباب علم ودانش کی راہنمائی فرمائی۔

☆ مہتمم وشیخ الحدیث دارالعلوم جامعہ نظامیہ۔ لاہور

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے یوں تو ساٹھ کے قریب تصانیف عالیہ کا ذخیرہ یادگار چھوڑا، لیکن قرآن وحدیث سے متعلق فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (قرآن پاک کا فارسی ترجمہ) فوز الکبیر اور فتح الخبیر (اصول تفسیر کے موضوع پر) اور مؤطا امام مالک کی عربی شرح مسوی اور فارسی شرح مصفّٰی ان کی شہرۂ آفاق تصانیف ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے صاحبزادوں نے بھی تمام زندگی قرآن وحدیث اور علوم دینیہ کی خدمت میں صرف کی اور اسلام کی تعلیم واشاعت کے سلسلے میں انمٹ نقوش یادگار چھوڑے، حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلوی نے موضح قرآن کے نام سے قرآن پاک کا ترجمہ اور تفسیر لکھی، حضرت شاہ رفیع الدین محدث دہلوی نے اردو میں قرآن پاک کا ترجمہ لکھا، سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز معروف بہ تفسیر عزیزی فارسی میں لکھی، خاندان ولی اللہ پر ''ایں خانہ ہمہ آفتاب است'' کا مقولہ بجا طور پر صادق آتا ہے۔ ان حضرات کا فیض مقامی نہیں بلکہ آفاقی تھا۔

چونکہ تمام مکاتب فکر بریلوی، دیوبندی اور اہل حدیث خاندان ولی اللہ کے فیض یافتہ ہیں اور سب کی سند حدیث ان حضرات تک پہنچتی ہے اس لیے بلا امتیاز سب ہی ان کے ممنون احسان ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں، اگر ان کے فتاویٰ اور معمولات کو ان کی تصانیف کی روشنی میں مستند مان لیا جائے تو اختلافات کی خلیج بہت حد تک کم ہو سکتی ہے۔

اس سلسلے میں اس امر کا تذکرہ دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ حضرت شاہ محمد عاشق پھلتی شاگرد اور خلیفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے شاہ صاحب کی سوانح حیات القول الجلی ان کی زندگی میں لکھی اور جسے انہوں نے ملاحظہ بھی فرمایا، زمانۂ تصنیف کے تقریباً پونے دو سو سال کے بعد اس کے

مخطوطہ کا عکس ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء میں چھپ گیا ہے۔ شاہ صاحب کی یہ وہ مستند سوانح حیات ہے جس سے ان کے افکار و نظریات کو سمجھنے میں صحیح راہنمائی ملتی ہے۔

تفسیر عزیزی کے تعارف سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ صاحب تفسیر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کا مختصر تذکرہ پیش کر دیا جائے۔

آپ ۱۱۵۹ھ/ ۱۷۴۵ء میں پیدا ہوئے' غلام حلیم آپ کا تاریخی نام ہے آپ کا سلسلۂ نسب چونتیس ۳۴ واسطوں سے حضرت امیر المؤمنین عمر بن الخطابؓ تک پہنچتا ہے' تمام علوم وفنون اپنے والد ماجد حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی سے حاصل کئے' اور ان ہی کے دستِ اقدس پر بیعت ہوئے' والد ماجد کی رحلت کے وقت آپ کی عمر سترہ سال تھی' چونکہ علم وفضل کے اعتبار سے اپنے بھائیوں میں بڑے تھے' اس لیے آپ ہی والد گرامی کے جانشین مقرر ہوئے۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی مروجہ اور غیر مروجہ علوم وفنون میں حیرت انگیز مہارت رکھتے تھے' حافظہ نہایت قوی تھا' خوابوں کی تعبیر' وعظ و خطابت اور انشا پردازی میں ید طولیٰ رکھتے تھے' ذکاوت کا یہ عالم تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلہ چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے۔ مخالفین اور معترضین کو فی البدیہ ایسا جواب دیتے کہ وہ ششدر رہ جاتے۔

ایک ہندو نے سوال کیا کہ اللہ ہندو ہے یا مسلمان؟ آپ نے فرمایا: اگر اللہ تعالیٰ ہندو ہوتا تو گاؤکشی کا سلسلہ جاری نہ ہوتا' یہ جواب اس کے دل میں اتر گیا اور وہ اسی وقت مسلمان ہو گیا۔ یاد رہے اس وقت شاہ صاحب کی عمر صرف سترہ سال تھی۔

ایک پادری نے کہا کہ میں ایک سوال پوچھنا چاہتا ہوں‘ لیکن اس کا جواب نقلی نہیں عقلی ہونا چاہیے۔ شاہ صاحب نے فرمایا: پوچھو۔ اس نے کہا کہ آپ کے پیغمبر ﷺ اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ امام حسینؓ کی شہادت کے موقع پر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کیوں نہ کی؟ محبوب کا محبوب تو بہت ہی محبوب ہوتا ہے‘ اللہ تعالیٰ ضرور توجہ فرماتا اور آپ کی دعا قبول فرماتا‘ شاہ صاحب نے فرمایا: ہمارے پیغمبر ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی‘ پردۂ غیب سے ندا آئی کہ آپ کے نواسے پر بے شک ظلم کیا گیا ہے اور انہیں شہید کر دیا گیا ہے‘ لیکن میں کیا کروں کہ مجھے اس وقت اپنے بیٹے عیسیٰؑ کو سولی پر چڑھانے کا واقعہ یاد آ گیا ہے۔ اس جواب پر ہمارے نبی ﷺ خاموش ہو گئے۔ اس الزامی جواب پر پادری اپنا سا منہ لے کر رہ گیا۔

ایک دن پریزیڈنٹ دہلی ملاقات کے لیے آیا‘ دوران گفتگو اس نے ایک سوال پیش کیا اور کہا کہ کوئی اس کا جواب نہیں دیتا۔ سوال یہ تھا کہ ایک شخص راستہ بھول گیا اس نے دیکھا کہ ایک شخص سویا ہوا ہے اور دوسرا بیٹھا ہوا ہے‘ وہ کس سے راستہ پوچھے؟ (مطلب یہ تھا کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ قبر انور میں آرام فرما ہیں اور حضرت عیسیٰؑ آسمانوں پر تشریف فرما ہیں‘ ان پر موت طاری نہیں ہوئی) حضرت شاہ صاحب نے فرمایا: راستہ گزرنے کے لیے ہوتا ہے‘ بیٹھنے کے لیے نہیں ہوتا‘ معلوم ہوتا ہے کہ بیٹھنے والا اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ سونے والا بیدار ہو تو اس سے راستہ معلوم کر کے منزل مقصود تک پہنچوں‘ اس لیے تیسرے شخص کو بھی انتظار کرنا چاہیے تاکہ وہ بھی بیٹھنے والے کے ہمراہ جا سکے۔ (۱)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علوم وفنون اور روحانیت کا بحر ذخار تھے۔ حدیث اور تفسیر کے ساتھ آپ کو خصوصی شغف تھا‘ آپ کے حلقۂ درس سے فیض یاب ہونے والوں کی تعداد

بہت زیادہ ہے' چند حضرات کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت سید شاہ آل رسول مارہروی (جن سے امام احمد رضا بریلوی نے سندِ حدیث لی) مولانا مفتی صدر الدین آزردہ (صدر الصدور دہلی) مولانا مخصوص اللہ (برادرزادہ) شہید جنگ آزادی' علامہ فضل حق خیر آبادی' مولانا شاہ سلامت اللہ کشفی بدایونی' حضرت شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی' حضرت شاہ ابو سعید اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ احمد سعید مجددی' مولانا شاہ ظہور الحق پھلواروی' مولانا شاہ عبد الغنی پھلواروی (۲)' شاہ محمد اسحاق محدث دہلوی (نواسہ اور جانشین) مولانا شاہ رفیع الدین (برادر) مولانا رشید الدین خان دہلوی' حضرت شاہ غلام علی دہلوی' مفتی الٰہی بخش کاندھلوی' شاہ محمد اسمٰعیل دہلوی (برادرزادہ) مولوی عبد الحی دہلوی (داماد) وغیرہم۔ (۳)

حضرت محدث دہلویؒ کا زیادہ وقت تدریس' افتاء' تبلیغ اور ارشاد و ہدایت میں صرف ہوا' تاہم آپ کی ہر تصنیف انتخاب ہے' درجہ ذیل تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔

(۱) تفسیر فتح العزیز (۲) عجالہ نافعہ (۳) بستان المحدثین (۴) فتاوٰی عزیزی'
(۵) تحفہ اثناعشریہ (۶) سر الجلیل فی مسئلۃ التفضیل (۷) ملفوظات (۸) وسیلۃ النجاۃ
(۹) عزیز الاقتباس فی فضائل اخیار الناس (۱۰) سر الشہادتین (۱۱) میزان العقائد

حضرت محدث دہلوی نے تیرہ سال کی عمر میں صرف و نحو' اصول فقہ' کالم' ہندسہ (جیومیٹری) ہیئت وغیرہ علوم میں مہارت حاصل کر لی تھی' فارسی' عربی اور عبرانی زبانوں پر عبور رکھتے تھے۔

ڈاکٹر ثریا ڈار لکھتی ہیں:

صاحب علم و عمل (وقائع عبدالقادر خانی ج ۲ ص ۲۴۶) لکھتے ہیں آپ علم تفسیر، حدیث، فقہ، سیرت اور تاریخ میں شہرۂ آفاق تھے۔ اور ہیئت، ہندسہ، مجسطی، مناظر، اصطرلاب، جرثقیل، طبیعیات، الٰہیات، منطق، اتفاق، اختلاف ملل و نحل، قیافہ، تاویل، تطبیق مختلف اور تفریق مشتبہ میں یکتائے زمانہ تھے، فنِ ادب اور ہر قسم کے اشعار سمجھنے میں بلند مرتبہ رکھتے تھے۔ (۴)

تفسیر فتح العزیز

قرآن پاک کی تفسیر کرنے والے کے لیے درج ذیل علوم میں مہارت ضروری ہے:

(۱) لغت (۲) صرف (۳) نحو (۴) علوم بلاغت (علم معانی، بیان، بدیع)
(۵) اصول فقہ (۶) علم التوحید (۷) اسباب نزول کی معرفت (۸) قصص
(۹) ناسخ و منسوخ (۱۰) قرآن کریم کے مجمل اور مبہم بیان کرنے والی احادیث (۱۱) علم وہبی

علم وہبی اس عالم باعمل کو عطا کیا جاتا ہے جس کے دل میں بدعت، تکبر، دنیا کی محبت اور گناہوں کی طرف میلان نہ پایا جاتا ہو۔ (۵)

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نہ صرف مذکورہ بالا علوم بلکہ ان کے علاوہ دیگر بہت سے علوم میں مہارتِ کاملہ رکھتے تھے۔

حضرت محدث دہلوی نے تفسیر فتح العزیز فارسی میں لکھی ہے جو اس وقت ہندوستان میں

عام رائج تھی، پہلے آیت کریمہ کا ترجمہ لکھتے ہیں پھر تفسیری مباحث بیان کرتے ہیں۔

محدث دہلوی علم وفضل کا بحرذخار تھے متقدمین مفسرین کی تفسیروں پر ان کی وسیع نظر تھی، اصحاب معرفت کے بیانات ان کے پیش نظر تھے، اسی لیے وہ جس مسئلے پر بھی گفتگو کرتے ہیں اسکے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر پورے وثوق اور اعتماد کے ساتھ فیصلہ صادر کرتے ہیں۔ ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' کا ترجمہ عام مفسرین کی طرح یہ کرتے ہیں کہ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اس کے بعد فرماتے ہیں کہ بعض اہل معرفت فرماتے ہیں کہ اس جگہ استعانت کا معنی مدد طلب کرنا نہیں ہے، بلکہ معاینہ کی طلب مراد ہے، یعنی اے اللہ! عبادت کرنا ہمارا کام ہے اور مشاہدہ عطا فرمانا اور عین الیقین کے مقام تک پہنچانا تیرا کام ہے۔

اس کے بعد حضرت شیخ سفیان ثوری کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ وہ ایک دن شام کی نماز پڑھا رہے تھے جب ''اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' پر پہنچے تو بیہوش ہو کر گر گئے، ہوش میں آنے پر لوگوں نے پوچھا کہ شیخ صاحب آپ کو کیا ہو گیا تھا؟ انہوں نے فرمایا: جب میں نے ''اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ'' پڑھا تو مجھے خوف ہوا کہ مجھے یہ کہا جائے کہ جھوٹے! پھر طبیب سے دوا، امیر سے روزی اور بادشاہ سے امداد کیوں مانگتے ہو؟

یہ واقعہ بیان کرنے کے بعد محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اسی لیے بعض علماء کہتے ہیں کہ انسان کو شرم آنی چاہیے کہ وہ ہر دن اور رات میں اپنے رب کی بارگاہ میں کھڑا ہو کر جھوٹ بولے۔

ظاہر ہے کہ اگر آیت کریمہ کا یہی مطلب ہو تو کسی حاکم سے عدل وانصاف طلب نہیں کر سکتے اور کسی ڈاکٹر سے دوا بھی نہیں لے سکتے۔ اس طرح تو نظامِ زندگی معطل ہو کر رہ جائے گا۔ اس لیے حضرت محدث دہلوی فیصلہ کن انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

''اس جگہ سمجھنا چاہیے کہ مخلوق سے اس طرح مدد طلب کرنا کہ بھروسہ اس پر ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر نہ جانے تو یہ حرام ہے اور اگر توجہ محض اللہ تعالیٰ کی طرف ہو اور مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی امداد کا مظہر جانتے ہوئے' کارخانہء اسباب اور اللہ تعالیٰ کی حکمت پر نظر کرتے ہوئے غیر سے ظاہری طور پر امداد طلب کرے تو یہ راہ عرفان سے دور نہیں ہوگا' شرع شریف میں بھی جائز ہے' انبیاء اور اولیاء نے بھی اس قسم کی استعانت غیر سے کی ہے۔ درحقیقت یہ استعانت غیر سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ سے ہے''۔ (۶)

قرآن پاک کے لطائف و نکات کا علم بحرِ ناپیدا کنار ہے اور ہر دن رو بہ ترقی ہے کیونکہ ہر صاحبِ فن اپنی استعداد کے مطابق اپنے فن کی مدد سے قرآن کریم سے نکات حاصل کرتا ہے۔ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس علم کا احاطہ دنیا میں ممکن نہیں ہے اس لیے ہم نے اس تفسیر میں اس عنوان پر گفتگو نہیں کی' لیکن سورہَ فاتحہ میں چند نکات بطور نمونہ بیان کرتے ہیں۔

بسم اللہ شریف کے بارے میں نکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''بادشاہوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب اپنے لیے سامان یا گھوڑے خریدتے ہیں تو ان پر شاہی مہر لگا دیتے ہیں تاکہ چور اور ڈاکو اس مہر کو دیکھ کر دست درازی سے باز رہیں۔ انسان جب اطاعت و بندگی میں مصروف ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے عمل پر خدائی مہر لگا لے یعنی اس سے پہلے بِسْمِ اللہ شریف پڑھ لے۔ کہتے ہیں کہ جب حضرت نوحؑ کشتی پر سوار ہوئے تو انہیں کشتی کے ڈوب جانے کا خطرہ تھا' اس خطرے سے بچاؤ کے لیے انہوں نے پڑھا'' بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖهَا

وَمُرْسٰهَا'' کشتی ڈوبنے سے محفوظ رہی۔ جب آدھی بسم اللہ شریف کی برکت سے نجات حاصل ہوگئی تو جو شخص ساری عمر ہر اچھے کام کی ابتداء میں پوری بسم اللہ پڑھتا رہے گا وہ کس طرح نجات سے محروم ہوگا؟''۔

کہتے ہیں کہ ایک عارف نے وصیت کی کہ بسم اللہ شریف لکھ کر میرے کفن میں رکھ دینا' لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: میں نے سنا ہے کہ ایک فقیر نے اونچے اور بڑے دروازے پر کھڑے ہو کر صدائے سوال بلند کی' گھر والوں نے اسے معمولی سی خیرات دی' وہ واپس گیا اور کدال لا کر دروازے کو گرانا شروع کر دیا' گھر والے نے باہر آ کر پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے کہا: یا تو دروازے کے سائز کے مطابق خیرات دو' یا خیرات کے مطابق دروازہ بنالو۔

عارف باللہ نے یہ واقعہ سنا کر فرمایا: بسم اللہ شریف اللہ تعالیٰ کی کتاب کا دروازہ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کے دن میرے پاس مضبوط دستاویز موجود ہو تا کہ اس سے درخواست کر سکوں کہ میرے ساتھ رحمت کا معاملہ فرمائے۔

نیز فرماتے ہیں کہ اہل علم نے فرمایا ہے کہ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کے انیس حروف ہیں اور دوزخ پر مقرر کردہ فرشتے بھی انیس ہیں' ہر حرف کے ذریعے ان میں سے ایک کی ضرر کو دور کیا جا سکتا ہے۔ نیز یہ بھی فرماتے ہیں کہ دن رات کی چوبیس ساعتیں ہیں' پانچ ساعتوں کے لیے پانچ نمازیں مقرر ہیں' باقی انیس ساعتوں کے لیے یہ انیس حروف دئے گئے ہیں تا کہ ہر نشست و برخاست اور ہر حرکت و سکون میں انیس ساعتوں کو ان انیس حروف کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رکھا جائے۔

علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ سورۃ براءت جو کفار کے قتل کے حکم پر مشتمل ہے۔ بسم اللہ شریف سے خالی رکھی گئی ہے۔ ذبح کے وقت بھی بسم اللہِ اللہ اکبر کہتے ہیں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہیں پڑھتے کیونکہ صورتِ ذبح صورتِ قہر ہے، رحمت اس کا تقاضا نہیں کرتی، پس جو شخص اس کلمہء رحمت کو ہر وقت اور ہر آن پڑھتا رہے، زیادہ نہیں تو کم از کم ہر دن فرض نماز کی سترہ رکعتوں میں اسے اپنی زبان سے ادا کرتا رہے، یقین ہے کہ وہ غضب اور عذاب سے محفوظ رہے اور رحمت وثواب سے محظوظ ہوے۔

حضرت محدث دہلوی قرآن پاک کی تفسیر قرآن وحدیث اور ارشادات ائمہ مفسرین سے کرتے ہیں، ائمہ تصوف کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں، لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں، صرفی اور نحوی تحقیقات بھی پیش کرتے ہیں اور آیات کریمہ کے بارے میں وارد ہونے والے سوالات کے جوابات دیتے ہیں، مذہب حنفی کی تائید وتقویت کے لیے قرآن وحدیث سے دلائل پیش کرتے ہیں۔ موقع محل کے مطابق تاریخی واقعات بھی پیش کرتے ہیں۔ قرآن پاک کی بلاغت پر بھی اظہار خیال کرتے ہیں، مسلک اہل سنت وجماعت کی حقانیت دلائل کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔ غرض یہ ہے کہ کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے اور لطف یہ کہ طوالت سے دامن بچاتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسین نعیمی نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''اگر یہ تفسیر مکمل ہوتی تو سب سے بہتر تفسیر ہوتی''۔

تفسیر عزیزی میں آیت کریمہ '' وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ الله ''کے تحت جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ جانور حرام ہے جس کے بارے میں اعلان کیا گیا ہو اور تشہیر کی گئی ہو کہ وہ غیر خدا کے لیے ہے، خواہ وہ غیر بت ہو یا روح خبیث...... خواہ پیر ہو یا پیغمبر اس طرح زندہ جانور کو مقرر کر کے دیتے ہیں، یہ سب حرام ہے، حدیث صحیح میں وارد ہے کہ '' مَلْعُوْنٌ ' مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ الله ''جو شخص جانور کے ذبح سے غیر خدا کا تقرب حاصل کرے وہ ملعون ہے۔ ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کا نام

لے یا نہ کیونکہ جب مشہور کر دیا کہ یہ جانور فلاں کے لیے ہے تو ذبح کے وقت اللہ تعالیٰ کے نام لینا فائدہ نہ دے گا۔ وہ جانور کتے اور خنزیر کی طرح ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ بھی ذبح کیا جائے تو وہ حلال نہیں ہوتے...... اس عبارت میں اہلال کو ذبح کے معنی میں لینا پھر لغیر اللہ (غیر اللہ کے لیے) کی بجائے غیر اللہ کے نام سے قرار دینا تقریباً کلام الٰہی کی تحریف تک پہنچا تا ہے (ملخصاً)۔ (۸)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ نے اس تقریر کو شاہ صاحب کی ذاتی رائے قرار دیا ہے اور فرمایا کہ یہ تفاسیر اور لغت کے خلاف ہے۔ (۹)

امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی اولاد امجاد میں سے شاہ رؤف احمد نقشبندی یکے از تلامذہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر رؤفی میں ''وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ'' یہ لکھا کہ جو جانور ذبح کیا جاوے بنام غیر خدا' اس کے بعد نو معروف تفسیروں کی عبارات مع ترجمہ نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

> ''جانا (جاننا) چاہیے کہ تفسیر فتح العزیز میں کسی عدو نے الحاق کر دیا ہے اور یوں لکھا ہے کہ اگر کسی بکری کو غیر کے نام سے منسوب کیا ہو تو بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرنے سے وہ حلال نہیں ہوتی اور غیر کے نام کی تاثیر اس میں ایسی ہو گئی ہے کہ اللہ کے نام کا اثر ذبح کے وقت حلال کرنے کے واسطے بالکل نہیں ہوتا۔ سو یہ بات کسی نے ملا دی ہے''۔ (۱۰)

شاہ رؤف احمد نقشبندی نے اس عبارت کو الحاقی قرار دیا ہے' اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے والد ماجد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے آیت کریمہ وما

اھل بہ لغیر اللہ (۲/۱۷۳) کا ترجمہ یہ کیا ہے۔

وآنچہ آواز بلند کردہ شود در ذبح وے بغیر خدا (فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن)

قابلِ غور بات یہ ہے کہ کیا شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا ترجمہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے پیشِ نظر نہ تھا؟ اگر تھا تو وہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ کہ یہ ترجمہ تحریف قرآن کے قریب ہے جیسے کہ تفسیر عزیزی کے مذکورہ بالا اقتباس میں کہا گیا ہے۔

تفسیر عزیزی کے اس مقام میں غور کیا جائے تو بھی بات واضح ہو جاتی ہے فرماتے ہیں:

''شریعت میں اصحاب قبور کو نفع پہنچانے کا طریقہ یہ قرار پایا جاتا ہے کہ اموال مستحقین میں تقسیم کر کے ثواب انہیں پہنچا دیں۔ جانور کی جان سے انسان زندگی میں نفع حاصل نہیں کر سکتا' وفات کے بعد بھی نفع حاصل نہیں کر سکتا' ہاں میت کی طرف سے قربانی کرنے کا ذکر حدیث صحیح میں آیا ہے' لیکن اس کا معنی یہی ہے کہ (ذبیحہ کی) جان دینا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے' اور اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے' یہ مطلب نہیں کہ ذبح ہی میت کے لیے کیا جائے''۔[(۱۱)]

اس کا صاف صاف مطلب یہ ہے کہ جانور کو میت کے لیے ذبح کیا جائے تو حرام ہے' اور اگر ذبح اللہ تعالیٰ کے لیے کیا جائے اور اس کا ثواب میت کو پہنچایا جائے تو جائز ہے۔

شاہ صاحب فتاویٰ عزیزی میں نقل کرتے ہیں کہ ہم کسی مسلمان کے بارے میں یہ برا گمان نہیں کر سکتے کہ وہ ذبح کے ذریعے کسی انسان کا تقرب حاصل کرے گا۔[(۱۲)]

فتاویٰ عزیزی میں ایک سوال اور اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

سوال: ایک شخص نے نیت کی کہ اگر یہ کام میری حاجت کے مطابق پورا ہو گیا تو ایک گائے سید احمد کبیر یا بکری شیخ سدو وغیرہما کے نام کی دوں گا' حاجت پوری ہو جانے کے بعد گائے اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کی۔ حالانکہ اس کی نیت میں گائے سید احمد اور شیخ سدو کی طرف منسوب تھی' اس گائے کا کھانا جائز ہے یا نہیں؟ (ملخصاً)

جواب: ذبیحہ کے حلال اور حرام ہونے کا دارومدار ذبح کرنے والے کی نیت پر ہے اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سے یا دیگر مباح امور کے لیے ذبح کرے تو حلال ہے ورنہ حرام ہے۔[۱۳]

اس گفتگو کا مقصد صرف اس امر کا جائزہ لینا ہے کہ حضرت محدث دہلوی کا اس مسئلے میں موقف کیا ہے؟ بحث و تمحیص کا دروازہ کھولنا مقصود نہیں ہے۔

حضرت محدث دہلوی نے ۱۲۰۸ھ/۱۷۹۳ء میں شیخ مصدق عبداللہؒ مرید حضرت مولانا فخرالدین دہلویؒ کی فرمائش پر املا کروائی' انہوں نے درخواست کی کہ آپ سورۂ فاتحہ اور آخری دو پاروں کی تفسیر لکھ دیں کیونکہ اکثر مسلمان پانچ نمازوں' جمعہ' جماعتوں' انبیاء و اولیاء کی ارواح مقدسہ کے محاضر (یعنی ایصال ثواب کی محافل) اور اولیاء و عارفین کی قبروں کی زیارت کے وقت ان سورتوں کی تلاوت کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور ان کے مطالب و معانی کے جاننے کا شوق رکھتے ہیں۔ پھر سورۂ بقرہ کی تفسیر کی فرمائش کی۔

شاہ صاحب نے مختلف امراض اور ضعف دل و دماغ میں مبتلا ہونے کے باوجود اس وقت ہندوستان میں رائج سلیس فارسی میں تفسیر لکھوانا شروع کی' صرف و نحو کی طویل ابحاث' دورازکار توجیہات اور غیر معتبر روایات سے گریز کرتے ہوئے املاء کرواتے رہے اور لطف یہ کہ کسی کتاب کی طرف رجوع نہیں کیا اور نہ ہی مسودہ اور مبیضہ تیار کرنے کی ضرورت محسوس کی۔[(۱۴)] اس

کے باوجود یہ تفسیر عوام ہی نہیں علماء کے نزدیک بھی مقبول و معتبر ہے۔ اگر صحت و تندرستی کے زمانے میں تفاسیر کا مطالعہ کر کے لکھتے تو اس تفسیر کا کیا عالم ہوتا؟

حقیقت یہ ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کے برادران محترم کی مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندوستان کے مدارس میں قرآن و حدیث کی تعلیم کو بے مثال فروغ ملا۔ ایک ایسے ماحول میں جب قرآن و حدیث کو صرف بابرکت کتاب کے طور پر اپنے پاس رکھا جاتا تھا' بیماروں کو آیات قرآنیہ سے دم کیا جاتا' قریب المرگ افراد کے سرہانے سورۂ یٰسین پڑھی جاتی اور دنیا سے رخصت ہونے والوں کے لیے ایصالِ ثواب کے طور پر قرآن پاک کی تلاوت کی جاتی تھی۔ بقول اقبالؒ

با یاتش ترا کارے جزیں نیست
کہ از یٰسین او آساں بمیری

شاہ صاحب کی مساعی جمیلہ سے مسجدیں اور مدارس آباد ہو گئے' قال اللہ و قال الرسول کی صدائیں بلند ہونے لگیں اور مسلمانوں کی بڑی تعداد قرآن و حدیث کے مطالب و معانی سمجھنے میں مصروف ہوئی اور کامیاب ہوئی۔ آج ان کا فیض تمام دینی مدارس اور عوام و خواص تک پہنچ رہا ہے۔

تفسیر عزیزی کے مذکورہ بالا اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے سورۂ فاتحہ' سورۂ بقرہ اور آخری دو پاروں کی تفسیر لکھوائی تھی۔ جب کہ مطبوعہ تفسیر میں سورۂ بقرہ کے تیئیسویں رکوع کی دوسری آیت کی نامکمل تفسیر پر ختم ہو جاتی ہے اور آخری جملہ بھی مکمل نہیں ہے۔

اس کے برعکس بعض اہلِ علم کا خیال یہ ہے کہ شاہ صاحب نے پوری تفسیر لکھی تھی' لیکن اس کا

اکثر حصہ جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں ضائع ہوگیا۔ اس کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ پہلی دو سورتوں اور آخری دو پاروں کی تفسیر انہوں نے ۱۲۰۸ھ میں لکھی تھی اور ۱۲۳۹ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ اکتیس سال کے طویل عرصے میں انہوں نے ضرور تفسیر کا مزید کام کیا ہوگا۔

علاوہ ازیں فتاوٰی عزیزی میں سورۂ مومنون' سورۂ النساء' سورۂ الصافات وغیرہ کی آیات کریمہ کی تفسیر' تفسیر فتح العزیز سے نقل کی گئی ہے۔ (۱۵) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قرآن پاک کے باقی حصے کی تفسیر بھی لکھی تھی جو محفوظ نہ رہ سکی۔ فتاوٰی عزیزی میں تفسیر کے جو اقتباسات دیئے گئے ہیں وہ عربی میں ہیں۔

پروفیسر عضدالدین نے لکھا ہے کہ اس تفسیر کے چند اوراق قلمی شکل میں ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانے میں نمبر ۲۲۷ کے تحت موجود ہیں اور یہ اوراق شاہ عبدالعزیز دہلوی کے نام اور اس میں سورۂ مائدہ کی آیت ۳۷ کی تفسیر ملتی ہے' اس مخطوطے پر ۱۲۲۷ھ درج ہے۔

مزید لکھتے ہیں کہ یہی تفسیر مجھے اپنے ایک محترم بزرگ مولانا مسیح الزمان صاحب قاسمی کے ذاتی کتب خانے میں ملی ہے جو سورۂ المؤمنون سے لے کر سورۂ یٰسین تک کی فارسی تفسیر اور ۲۵۹ صفحات پر مشتمل ہے' یہ کتاب مطبع انصاری دہلی سے شائع ہو چکی ہے لیکن اس پر سنِ طباعت درج نہیں ہے۔ (۱۶)

مختصر یہ کہ تفسیر عزیزی کا جتنا حصہ بھی دستیاب ہے اس لائق ہے کہ ارباب علم وفضل اسے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنائیں' دل میں بسائیں اور اسی انداز پر قرآن پاک کا مطالعہ کریں۔ خود شاہ صاحب نے بھی اس تفسیر پر فرحت وانبساط کا اظہار کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

(''آرے تفسیر فتح العزیز وامثال ایں تصانیف را اگر بفقیر

نسبت کند موجب شا د مانئی خاطر میگردد''(۱۷)

(ہاں اگر تفسیر فتح العزیز اور اس جیسی تصانیف کی نسبت اس فقیر کی طرف کریں تو یہ راحت قلبی کا باعث ہوگا۔)

حیات مبارکہ نے آخری دنوں میں شدید علالت کے باوجود وعظ فرمایا اور اس میں مشہور مصرع ''من نیز حاضر می شوم تصویر جاناں در بغل'' کو کسی قدر تبدیلی کے ساتھ یوں پڑھا۔

من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

شاہ صاحب نے اس وعظ میں آیۃ کریمہ ''ذوی القربیٰ والیتامیٰ والمساکین وابن السبیل'' پر وعظ فرمایا اور آیت مبارکہ کے مطابق اپنا مال تقسیم کیا اور وصیت کی کہ:

''جیسے کپڑے میں زندگی میں پہنتا رہا ہوں ایسے ہی کپڑوں میں مجھے کفن پہنایا جائے' نماز جنازہ شہر سے باہر ادا کی جائے اور بادشاہ کو جنازہ میں حاضر ہونے سے منع کر دیا جائے''۔(۱۸)

۱۷ شوال ۱۲۳۹ھ/۱۸۲۲ء بروز اتوار آفتاب علم وعرفان' سراج الھند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ اس دار فانی سے رحلت فرما گئے' لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ پچپن بار نماز جنازہ ادا کی گئی اور ترکمان دروازہ دہلی کے باہر والد ماجد کے پہلو میں آپ کی آخری آرام گاہ بنائی گئی۔

حکیم مومن خان مومن دہلوی نے قطعۂ تاریخ وفات لکھا جس کا تاریخی شعر یہ ہے۔

دستِ بیداداجل سے بے سرو پا ہو گئے

فقر و دیں فضل و ہنر لطف و کرم علم و عمل (۱۹)

دوسرے مصرع کے ہر لفظ کا پہلا اور آخری حرف حذف کر دیجئے' درمیانے حروف کو جمع کر لیجئے تو ابجد کے حساب سے ۱۲۳۹ کا عدد حاصل ہوگا اور یہی حضرت محدث دہلوی کا سال وفات ہے۔ رحمہ اللہ تعالیٰ وامطر علیہ شآبیب رحمتہ وافاض علینا من معارفہ و فیوضہ۔ آمین یارب العالمین وصلی اللہ تعالیٰ علی حبیبہ و خیر خلقہ محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ محمد بیگ، مولانا: مقدمہ فتاوی عزیزی (ط: مجتبائی، دہلی) ص ۵۔۲

۲۔ محمود احمد قادری، مولانا: تذکرہ علمائے اہل سنت (طبع فیصل آباد) ص ۱۴۲

۳۔ محمد بیگ، مولانا: مقدمہ فتاوی عزیزی ص ۴

۴۔ ثریا ڈار، ڈاکٹر: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور ان کی خدمات (ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور) ص ۲۵۲

۵۔ محمد عبدالعظیم منذری، علامہ: مناھل العرفان

۶۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی (طبع دہلی) پ ۱ ص ۸

۷۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی فارسی پ ۱ ص ۱۴۔۱۳

۸۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی پ ۱ ص ۱۱۔۶۱۰

۹۔ سید مہر علی شاہ گولڑوی، پیر طریقت: اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللہ (گولڑہ شریف ۱۹۶۵ء) ص ۷۷

۱۰۔ رؤف احمد نقشبندی مجددی، شاہ: تفسیر رؤفی (مطبع فتح الکریم، بمبئی ۱۸۸۷ء) ج ۱ ص ۱۳۹

۱۱۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: تفسیر عزیزی پ ۱ ص ۶۱۰

۱۲۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاوی عزیزی (طبع مجتبائی، دہلی) ص ۲۲

۱۳۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاوی عزیزی ج ۱ ص ۲۱

۱۴۔ ایضاً ص ۳

۱۵۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاوی عزیزی فارسی (مجتبائی، دہلی) ج ۲ ص ۴۶۔۳۳

۱۶۔ ثریا ڈار، ڈاکٹر: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اوران کی علمی خدمات ص ۲۵۶

۱۷۔ عبدالعزیز محدث دہلوی، شاہ: فتاوی عزیزی، فارسی ج ۱ ص ۱۳۱

۱۸۔ محمد بیگ، مولانا: مقدمہ فتاوی عزیزی فارسی ج ۱ ص ۹

۱۹۔ محمد بیگ، مولانا: مقدمہ فتاوی عزیزی فارسی ج ۱ ص ۱۰